© rasailojaraid.com

قاہرہ کانفرنس ۱۹۹۴ء

"کہا جاتا ہے کہ سترھویں صدی میں عہد جدید کی آمد پر سماجی ترقی کی وجہ سے صحت اور حفظان صحت کی صورت حال زیادہ بہتر ہوگئی' بیماریاں اور وباؤں کا دائرہ سکڑتا گیا' یہاں تک کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ترقی یافتہ ملکوں میں موت کی شرح روبہ زوال ہوگئی' لیکن بارووری میں کوئی خاص تبدیلی نہ آئی' اور آبادی میں اضافہ کی شرح بڑھتی گئی' جس کے نتیجے میں مغربی معاشروں میں بڑھتی ہوئی آبادی کے دباؤ نے ایک بڑی جماعت کو امریکہ' کینیڈا اور دوسرے سمندر پار علاقوں کی طرف نقل مکانی کے لیے مجبور کردیا۔"

اس کے برعکس تیسری دنیا کی آبادی میں اضافہ کی شرح برابر بڑھتی رہی' جس سے بہت سے ملکوں کو یہ خطرہ پیش آیا کہ آبادی میں اضافے کی رفتار قومی وسائل کو پیچھے چھوڑ دے گی اور ان ملکوں کا تعلیمی' اقتصادی اور مواصلاتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

عہد حاضر میں مسلم دنیا میں علامہ محمد اقبالؒ شاید پہلے مسلم مفکر ہیں' جنہوں نے عہد جدید میں شرح اموات اور شرح ولادت میں صدیوں پرانے روایتی توازن کو بگڑتے ہوئے دیکھا تو برصغیر کے باشندوں سے اپیل کی کہ وہ بڑھتی ہوئی شرح آبادی پر قابو پائیں اور "تہذیب و تمدن کے ان اعلی مدارج تک رسائی حاصل کریں' جن کے ساتھ حقیقی بہبودی وابستہ ہے۔" چنانچہ علامہ فرماتے ہیں: "ہمارے ملک (پاک و ہند) میں سامان معیشت کم ہے اور آبادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روز بروز بڑھ رہی ہے' قدرت قحط اور وبا سے اس کا علاج کرتی ہے' مگر ہم کو بھی چاہیے کہ بچپن کی شادی اور تعدد ازواج کی دستور کی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں۔ اپنے قلیل سرمایہ کو زیادہ دور اندیشی سے صرف کریں۔ صنعت و حرفت کی طرف توجہ کر کے ملک کی شرح اجرت کو زیادہ کریں اور عاقبت بینی کی راہ سے اپنی قوم کے انجام کی فکر کریں تاکہ ہمارا ملک مفلسی کے خوف ناک نتائج سے محفوظ ہو کر تہذیب و تمدن کے ان اعلیٰ مدارج تک رسائی حاصل کرے' جن کے ساتھ ہماری حقیقی بہبودی وابستہ ہے........ جہاں تک ممکن ہو بچوں کی کم سے کم تعداد پیدا کرے' یہ مطلب بڑی عمر میں شادی کرنے یا بالفاظ دیگر شرح پیدائش کو کم کرنے اور نفسانی تقاضوں کو بالعموم ضبط کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔" (علم الاقتصاد ص ۲۶۱) علامہ نے یہی بات ۱۹۳۶ء میں کہی۔ فرماتے ہیں: "جہاں تک میرا علم رہنمائی کرتا ہے' شرعاً" ضبط تولید قابل اعتراض نہیں ہے' اصول شرعی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو' اگر وہ اولاد کی خواہش مند نہ ہو' اولاد پیدا کرنے پر باکراہ مجبور نہیں کر سکتا۔" (الحکیم' لاہور' نومبر ۱۹۳۶ء) لیکن افسوس کہ برصغیر کے باسیوں اور اہل پاکستان نے علامہؒ کے بروقت انتباہ پر کان نہیں دھرا' اور آج پاکستان اور مسلم دنیا کی آبادی میں اضافہ کی شرح تین فیصد ہے اور ایشیا کے ایک دوسرے ملک جاپان کی شرح ۳: فیصد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم دنیا کی آبادی آئندہ تئیس (۲۳) سال میں دوگنی ہو جائے گی۔ جب کہ جاپان کی آبادی آئندہ دو سو تیس (۲۳۰) سال میں دوگنی ہو گی۔

واقعہ یہ ہے کہ پاکستان اور تیسری دنیا میں بڑھتی ہوئی بے ہنگم آبادی نے نہ صرف تیسری دنیا بلکہ پوری دنیا کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں ایک مربوط اور ٹھوس پروگرام وضع کریں جو ان ملکوں کے اجتماعی مسائل حل کر سکے۔ چنانچہ اس مسئلے پر غور و فکر کرنے کے لیے ۱۹۵۴ء میں روم میں ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بین الاقوامی کانفرنس ہوئی، اس موضوع پر دوسری عالمی کانفرنس ۱۹۶۴ء میں ڈنمارک میں ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں بخارسٹ اور میکسیکو میں ہوئیں۔ یہی کانفرنس اس سال ستمبر ۱۹۹۴ء میں قاہرہ میں منعقد ہوئی۔ مصر پہلا مسلم ملک ہے، جہاں پر کثرت آبادی سے پیدا ہونے والے مسائل پر بحث و مذاکرہ کے لیے اقوام متحدہ نے قاہرہ کا انتخاب کیا، اس عالمی کانفرنس کے لیے ۱۷۰ (ایک سو ستر) ملکوں کے نمائندوں نے اپریل ۱۹۹۴ء میں ایک دستاویز تیار کی، جس میں پوری دنیا میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی سے متعلق مسائل پر سوچ بچار کیا گیا۔ دستاویز کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ خواتین اور بچیوں کو تعلیم دی جائے۔ ان کے اجتماعی مقام (Status) کو بلند کیا جائے، اور خاندانی منصوبہ بندی اور بچوں کی "آمدنی" سے متعلقہ امور پر مردوں کی ذمہ داریوں میں اضافہ کیا جائے۔ ان مقاصد کو بیان کرتے ہوئے قاہرہ کانفرنس کی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر نفیس صادق نے کہا کہ تولیدی حقوق، جنسی صحت اور خاندانی منصوبہ بندی کے پروگراموں کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کی ولادت سے متعلق امور میں میاں بیوی میں زیادہ سے زیادہ افہام و تفہیم ہو اور وہ جبر اور یک طرفہ فیصلہ کی بجائے دونوں آزادی سے اپنے ازدواجی مسائل پر بات چیت کریں۔ جنسی صحت سے مراد یہ ہے کہ خاندانی بیماریوں پر۔ جو وراثت میں نسل در نسل چلتی ہیں، قابو پایا جائے، صحت کی بنیادی باتوں سے آگاہی ضروری ہے تاکہ زچہ بچہ کی صحیح معنی پر نگہ داشت ہو سکے، عورت کے بانجھ پن کا علاج کیا جائے، ان مقاصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دیہاتوں سے شہروں کی طرف آنے والی آبادی کو روکا جائے اور اہل دیہات کو زندگی کی بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں، تاکہ وہ شہروں کا رخ نہ کریں۔ دیہاتی اور شہری زندگی میں توازن کا قائم رکھنا ضروری ہے، بہتر اور صاف ستھری زندگی بسر کرنے کے لیے شہروں کا حجم چھوٹا یا درمیانہ ہونا چاہیے۔ اس دستاویز میں دو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نعروں کو زیادہ اہمیت دی گئی:

۱۔ خواتین کو بااختیار بنانا۔

(Empowerment of Women)

۲۔ شرح ولادت اور شرح اموات میں توازن و اعتدال

(Support zero point populiation)

خواتین کو اختیار یا پاور دینے کا مطلب یہ ہے کہ خاندانی امور میں فیصلے کرتے وقت عورتوں کو فیصلوں میں شریک کیا جائے اور انہیں ازدواجی زندگی اور بچوں سے متعلق مسائل میں صحیح معنی میں رفیق حیات کا مقام دیا جائے۔ اس جملے سے بہت سے لوگ ''الرجک'' ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ اس سے ''الرجک'' ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ خاص کر مسلمانوں کو کیوں کہ' قرآن مجید نے فکری اور روحانی طور پر دونوں (مرد و عورت) کو برابر کی حیثیت دی ہے' اگر ایک آدمی اپنی ریاضت اور محنت سے اخلاق فاضلہ کے اونچے مقام تک جا سکتا ہے اور راست باز انسانوں کی فہرست میں آسکتا ہے' تو اسی طرح ایک عورت بھی خدا پرستی اور سچائی کی راہ پر چلتی ہوئی انسانیت کے اونچے مقام تک پہنچ سکتی ہے' قرآن نے دونوں کے لیے عبادت گزار' خدا کے سامنے جھکنے والے' راست باز' سیاحت کرنے والے' ایمان والے' غرضیکہ راست بازی کے جو اوصاف مرد کے لیے بیان کیے گئے ہیں' وہی الفاظ خواتین کے لیے بھی آئے ہیں۔ اپنا رفیق حیات اختیار کرنے میں بھی انہیں مکمل آزادی حاصل ہے۔ ایسے ہی مادی دنیا میں بھی انہیں اپنی ذاتی ملکیت کا حق حاصل ہے' حتیٰ کہ منع حمل کے لیے بیوی کی اجازت ہی سے خاوند عزل کر سکتا ہے۔ قرآن مجید میں میاں بیوی کے تعلقات کو جو محبت و رحمت کے تعلقات ہیں' اللہ کا لطف و کرم قرار دیا گیا ہے' اور رفیق حیات کو قلبی سکون کا سرچشمہ۔ کیا کوئی مسلمان اسلام کی ابتدائی تاریخ میں خواتین' (مثلاً حضرت خدیجہؓ' حضرت فاطمہؓ' حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عائشہؓ اور دوسری خواتین) کے تاب ناک کردار کا انکار کرسکتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے بھی عرب خواتین اپنے رفیق حیات کے انتخاب میں آزاد تھیں، وہ بڑی آزادی سے اپنی رائے کا اظہار کرتی تھیں۔ اسلام کی آمد کے بعد تو رسول کریم ﷺ نے انہیں قانونی، اخلاقی اور ثقافتی طور پر مرد کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ وہ بغیر کسی جھجک اور ڈر کے آپ سے بات چیت کرتی تھیں اور آپ کو اپنے مسائل اور مشکلات سے آگاہ کرتی تھیں، حتی کہ ایک دفعہ آپ نے فتح مکہ کے بعد چند خواتین سے بیعت لیتے وقت بعض برائیوں سے بچنے کا عہد لیا، ان میں ایک زنا بھی تھا۔ جس پر ایک عورت نے کہا کہ کیا کوئی شریف اور آزاد عورت یہ حرکت کرسکتی ہے؟

غرضیکہ دستاویز میں اس جملے سے مردوں کو، خاص طور پر مسلمانوں کو "الرجک" ہونے کی قطعاً" ضرورت نہیں البتہ صدیوں سے جاگیرداری اور ملوکیت نے مسلم دنیا میں جس معاشرتی اور طبقاتی تفاوت اور کلچر کو جنم دیا ہے اس میں بالادستی یقیناً مرد کو حاصل ہے۔ اسی "بالادستی" کا نتیجہ ہے کہ صدیوں سے عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، معروف مسلم مفکر اور کلاسیکی عرب ادیب جاحظ نے لکھا ہے: "ہم یہ نہیں کہتے کہ عورتیں مردوں سے کسی درجہ میں مردوں سے بالا تر ہیں یا کم تر، لیکن ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عورتوں کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے اکثر حقوق کو پورا نہیں کرتے۔ (انسان کی) کیا بے بسی ہے کہ وہ اپنے باپ اور چچا کے حقوق کو اپنی ماں اور خالہ کے حقوق کا انکار کئے بغیر پورا نہیں کرسکتا۔"

قرآن مجید میں آیا ہے: "اور (دیکھو) عورت کے لیے بھی اسی طرح کے حقوق مردوں پر ہیں، جس طرح کے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں، البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک خاص درجہ دیا گیا ہے۔" یہ "درجہ" کیا ہے؟ یہ "درجہ" یہ ہے کہ مرد عورتوں کے لیے کارفرما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے اس لیے کہ مرد اپنا مال جو ان کی محنت سے جمع ہوتا ہے، عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔" (النساء ۳۴)

یہ ظاہر ہے کہ اس امتیاز سے مرد کو کوئی پیدائشی امتیاز حاصل نہیں ہو جاتا، محض خاندانی نظام کا ایک خاص ڈھنگ ہے، جس نے یہ جگہ اسے دلادی ہے۔ فرض کرو متمدن انسانوں کا خاندانی نظام اس طرح چلنے لگے کہ انتظام معیشت کی باگ مرد کی جگہ عورت کے ہاتھ میں آجاتی، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں یہ امتیاز مرد کو نہ ملتا، عورت کے حصہ میں آتا۔" (ترجمان القرآن۔ ج ۲، ص ۱۹۰، تفسیر سورہ بقرہ) لیکن وقت نے اس طلسم کو توڑ دیا ہے اور اجتماعی زندگی میں عورتوں نے بلند منصب حاصل کر کے اپنی ذہانت، قوت فیصلہ اور ایک مقصد کے لیے اپنی سعی پیہم کا لوہا منوالیا ہے، جس کا اعتراف نہ کرنا حقائق کا انکار کرنا ہے۔

قاہرہ کانفرنس (۵ تا ۱۳ ستمبر ۱۹۹۴) سے قبل اس دستاویز کو مختلف ملکوں اور اداروں کو بھجوایا گیا، چنانچہ کانفرنس کے انعقاد سے قبل جامعہ ازہر میں ادارہ تحقیقات اسلامی نے اس دستاویز پر غور و فکر کرنے کے لیے ۴ اگست ۱۹۹۴ء کو ایک اجتماع منعقد کیا اور مندرجہ ذیل سفارشات پیش کیں:

۱۔ اسلام انسانیت میں مرد اور عورت میں مساوات کو تسلیم کرتا ہے۔ شادی کرنے اور اسے باقی رکھنے کے لیے جب تک اسے خدائی حدود کے اندر رہتے ہوئے باقی رکھا جاسکے، دونوں کو (میاں بیوی) حقوق دیتا ہے۔ البتہ اس دستاویز میں بعض ایسی باتیں ہیں، جو خاندان کی تشکیل سے ہم آہنگ نہیں ہیں مثلاً والدین سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ بالغ بچوں کی جنسی سرگرمیوں سے (جو شادی سے ہٹ کر ہیں) چشم پوشی کریں۔ یہ چشم پوشی نوجوان اولاد کو جنسی جذبات کی رو میں بہنے پر آمادہ کرے گی، جس کے نتیجہ میں وہ مختلف تباہ کن بیماریوں کا شکار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں گے۔

۲۔ شادی سے ہٹ کر اسلام جنسی تعلقات کو تسلیم نہیں کرتا' ایسے تعلقات پر سخت سزائیں تجویز کرتا ہے۔ خواہ یہ تعلقات باہمی رضا مندی ہی سے کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ برائی سے بچنے کے لیے دونوں کو برائی کے محرکات سے بھی بچنے کا حکم دیتا ہے۔

۳۔ وہ اسقاط حمل کا مخالف ہے' خواہ یہ حمل ناجائز ہی کیوں نہ ہو ہاں! ماں کی صحت کو خطرہ ہو' تو جائز ہے' چنانچہ دستاویز میں اسقاط حمل کو عمومی طور پر اختیار کرنے کا جو مشورہ دیا گیا ہے' اسے اسلام کے خلاف تصور کرتا ہے۔ ایسے ہی وراثت میں مرد اور عورت کے حصوں میں مساوات کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔

چنانچہ اس اجلاس میں کانفرس سے اپیل کی گئی' کہ وہ اپنی دستاویز میں ترمیم کرے اور ایسے الفاظ یا ترکیبیں استعمال نہ کرے' جن کا مطلب اسلامی شریعت کی تعلیمات' آسمانی مذاہب کے احکام اور اسلامی دنیا کی اخلاقی قدروں۔ جو نسل در نسل اسلامی معاشرے میں چلی آرہی ہیں۔ کے خلاف جاتا ہے۔

جامعہ ازھر نے اپنے تنقیدی تبصرے میں مزید کہا کہ اسلام کائنات میں قانون تغیرو ترقی کا انکار نہیں کرتا' بلکہ اسلام ہر عہد اور ہر سرزمین میں ترقی اور خوب تر کی تلاش کی دعوت دیتا ہے' اور یہ اعلان کرتا ہے کہ اللہ کی نگاہ میں طاقت ور مومن' کمزور مومن سے زیادہ پسندیدہ ہے' چنانچہ انسان کے دینی اور دنیاوی مفاد کے لیے جو شی بہتر ہے' اسے اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (عالمی کانفرنس کے پروگرام سے متعلق الازھر کا نقطہ نظر' ط' جامعہ ازھر)

یہ اپیل جناب شیخ الازھر ڈاکٹر علی جاد الحق اور فتوی کمیٹی کے صدر عطیہ محمد صقر کی طرف سے شائع کی گئی۔ بے شبہ یہ اپیل بروقت تھی' اس لیے کہ اسلام کسی بھی ایسے ترقیاتی منصوبے کو اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا' جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی اخلاقی تعلیمات سے ہم آہنگ نہ ہو' چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خود ڈاکٹر نفیس صادق نے ۴ ستمبر کو قاہرہ کانفرنس میں کہا کہ: اس دستاویز کو تیار کرنے میں ایک سو ستر (۱۷۰) ملکوں نے آزادی سے کام کیا ہے اور اسکے نوے فیصد حصے پر باہمی اتفاق کرچکی ہیں' ہر ملک اس دستاویز کی تشریح و تعبیر اپنے قانون' رسم و رواج اور ثقافت کی روشنی میں کرے گا۔"

یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہو کہ دستاویز پر جامعہ ازہر کے مثبت اور صحت مند تنقیدی تبصرے ہی کا یہ اثر تھا کہ ۵ ستمبر ۱۹۹۴ء کو عالمی کانفرنس کی افتتاحی تقریر میں مصر کے صدر جناب حسنی مبارک نے کہا کہ:

"یہ عالمی اجتماع (عالمی) تہذیبوں کا ملاپ ہے' جو عدل و انصاف' (بلند) قدروں' آسمانی مذاہب کے احکام کا تحفظ کرے گا' اس اجتماع کے انعقاد کے لیے مصر کی سرزمین کا انتخاب اس بات کا اعتراف ہے کہ مصر محبت اور رواداری کی سرزمین ہے' جو امن و سلامتی اور ترقی سے متعلق مسائل میں اپنا کردار ادا کرے گی۔"

مصر کے صدر نے آبادی سے متعلق مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد کہا کہ ہماری نظر میں اس کانفرنس کے مقاصد یہ ہیں:

۱۔ کانفرنس کے آخری فیصلوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ آزادانہ بحث و تمحیص کا نچوڑ ہیں۔

۲۔ اس بحث کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا حل پیش کریں' جو تہذیبوں کے تسلسل کا عکس ہوں۔

۳۔ دین اور علم میں کوئی تضاد نہیں ہے اور نہ ہی عہد جدید کے تقاضوں اور دین میں کوئی تصادم یا تعارض ہے۔

۳۔ ماحول: ترقی' عورت' نسلی تبدیلیوں سے متعلق مسائل کے حل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لیے جو عالمی سعی و کاوش ہو رہی ہے' اس کانفرنس کا ان عالمی کوششوں سے گہرا تعلق ہونا چاہیے۔

جہاں مصر کے صدر نے عالمی سٹیج پر کھل کر یہ کہا کہ آبادی سے متعلق مسائل پر بحث کرتے وقت دین کی اخلاقی اور روحانی قدروں کا احترام ضروری ہے' وہاں اسی دن مصر کے وزیر خارجہ جناب موسیٰ نے کہا کہ مصر آبادی کے بے ہنگم اضافے پر بحث میں حصہ لے گا' لیکن اس بحث کی غلط تعبیر کی جا رہی ہے کہ وہ مذہب کے خلاف ہے۔

۷ ستمبر کو قاہرہ کے انگریزی اخبار "Egyptian Gazet" نے "جو چیز ماہرین اسلامیات نہیں سمجھ پائے" کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا۔ جس میں اس نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ ماہرین اسلامیات اقوام متحدہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی قاہرہ کانفرنس اور اس کی تاریخی اہمیت کا احساس کرنے سے قاصر رہے ہیں' یہ ٹھیک ہے کہ افریقہ کے بعض ملکوں کی بڑھتی ہوئی آبادی ہی قومی پس ماندگی کا واحد سبب نہیں ہے۔ لیکن اس امر سے بھی مجال انکار نہیں کہ بعض ملکوں کی انتہائی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا تعلق غربت و افلاس سے ضرور ہے' چنانچہ عدل و انصاف کی بنیادوں پر ایسے نظام کا قیام ازبس ضروری ہے جس میں لوگ وقار' امن اور محبت سے رہ سکیں' اور مرد و عورت جو ترقی کے میدان میں دو فعال کردار ہیں' کام کر سکیں' اس پروگرام کی کامیابی کے لیے نہ صرف تعلیم ضروری ہے بلکہ خاندان کی فلاح و بہبود سے متعلق مسائل میں عورت کو شریک کرنا بھی ضروری ہے' میاں بیوی دونوں مل کر ہی خاندان کے حجم کا فیصلہ کریں' چنانچہ آبادی کا مسئلہ ہمارے مستقبل کا مسئلہ ہے۔ بنیاد پرست اس امر کا احساس نہیں رکھتے کیوں کہ وہ ابھی تک ماضی میں جی رہے ہیں۔"

چنانچہ یہ انکشاف ہو جانا ہوگا کہ مطرمیل کانفرنس کی دستاویز پر صحت مند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تنقید کے ساتھ ساتھ اس کے مثبت پہلوؤں کی تعریف کی گئی' یہی موقف کانفرنس میں ایرانی وفد نے اختیار کیا۔ ایرانی وفد کے قائد شیخ محمد علی تسخیری نے ۷ ستمبر کو جناب شیخ الازہر ڈاکٹر علی جادالحق اور مصر کے وزیر خارجہ ڈاکٹر موسیٰ سے ملاقات کے بعد ایک بیان میں کہا کہ علماے ازہر نے کانفرنس میں اسلامی اصولوں کے دفاع میں جو موقف اختیار کیا ہے' اس پر میں نے جامعہ ازہر کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں مصر اور جامعہ ازہر سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں' شیخ تسخیری نے مزید کہا کہ ایران نے اس عالمی کانفرنس میں شرکت کو ضروری قرار دیا ہے' کیوں کہ اس کا بائیکاٹ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں' بلکہ الٹا نقصان ہے۔ شیخ تسخیری نے کانفرنس میں اپنی تقریر عربی زبان میں کی' جس میں انہوں نے بتایا کہ ایران کو اس دستاویز کی مثبت باتوں سے' جو زیادہ ہیں' اتفاق ہے۔ اس تقریر کے دوسرے دن ۹ ستمبر کی صبح کو خاکسار نے شیخ تسخیری کو مبارک باد پیش کی۔ ایک طرف تو علماے مصر اور ایران مل کر کانفرنس میں بعض ترمیمیں پیش کرتے ہوئے باہمی تعاون سے کام رہے تھے' دوسری طرف پاکستان میں بعض مذہبی حلقوں نے اس کانفرنس کو سیاسی رنگ دیتے ہوئے اسے شیطانی اور فحاشی کانفرنس کا نام دیا۔ بے شبہ قاہرہ کانفرنس سے تعاون یا عدم تعاون میں کوئی بھی مذہبی یا سیاسی جماعت اپنا فیصلہ کرنے میں آزاد ہے۔ لیکن اس کانفرنس کو فحاشی یا شیطانی کانفرنس کہنا نہ صرف صحت مند تنقید کے دائرے میں نہیں آتا' بلکہ ایسا نعرہ خود ان جماعتوں کے اپنے وقار کے خلاف بھی ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ قومی مسائل میں ہماری اجتماعی سوچ پر ایک مدت سے برہان و منطق' اعتدال و توازن اور صبر و تحمل کی بجائے سلبی جذبات اور انتہا پسندی کا پہرہ ہے' جو ملی حمیت و غیرت کا نعرہ لگا کر سادہ لوح عوام کو "میدان شہادت" میں اترنے کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ حکومت سے بھی مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس کانفرنس کا بائیکاٹ کر کے اپنی "اسلام دوستی" کا ثبوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دے، گویا کہ قاہرہ کانفرنس کی شرکت یا مقاطعہ کو اسلام پسندی کی علامت قرار دیا گیا۔ لیکن حکومت نے اپنا وفد بھیجا، ہرچند رسمی طور پر وفد کے لیڈر وزیر برائے بہبود آبادی تھے، لیکن عملاً جناب محمد مظفر قریشی (سیکرٹری وزارت) لیڈر تھے۔ جنھوں نے کانفرنس میں شرکت سے پہلے خوش اسلوبی سے ہوم ورک کر لیا تھا اور دستاویز کے بعض مقامات میں جو اپنے وسیع مفہوم میں مشرقی اور مذہبی روایات سے متصادم نظر آتے تھے۔ اپنی ترمیمیں بھی تیار کر لی تھیں۔

قاہرہ کانفرنس میں نہ صرف پاکستان نے اپنا وفد بھیجا، بلکہ ملک کی وزیراعظم نے بھی اس سے خطاب کیا، ۵ ستمبر کو کانفرنس کی افتتاحی تقریب میں وزیراعظم نے تقریر کی، جو اپنے طرز بیان اور خیالات کی وجہ سے پسند کی گئی، آپ نے اپنی تقریر میں زور دے کر کہا: "اس کانفرنس کے بارے میں دنیا کے عوام کا یہ نقطہ نظر نہیں ہونا چاہیے کہ یہ ایک ایسا عالمی اجتماعی منشور ہے، جو زنا، اسقاط حمل، جنسی تعلیم اور اس قسم کے دوسرے امور کو ان افراد، جماعتوں اور مذاہب پر ٹھونسنا چاہتا ہے، جو اپنی امتیازی طرز معاشرت رکھتے ہیں...... اسلام زندگی کے تقدس پر خاص طور پر زور دیتا ہے، قرآن مجید نے فرمایا کہ: "تم اپنے بچوں کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہیں، جو تمہیں اور ان کو رزق بہم پہنچاتے ہیں۔ (سورہ الانعام اور الاسراء) چنانچہ اسلام اسقاط حمل کو خاص حالات کے علاوہ ضبط تولید کے لیے ایک وسیلہ کی حیثیت سے یک قلم مسترد کرتا ہے۔"

بے شبہ ان آیات کریمہ کا واضح اشارہ ان خوفناک تاریخی واقعات کی طرف ہے، جو عہد جاہلیت میں رونما ہوتے تھے۔ بعض لوگ افلاس کے ڈر سے اپنی بچیوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اسلام نے بڑی شدت سے اس مکروہ رسم کی مذمت کی اور اسے ختم کر دیا، بے شبہ آج اسقاط حمل کا ایک سبب افلاس بھی ہے۔ اس لیے ان آیات کریمہ کا اطلاق اسقاط حمل پر ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا یہ کہنا کہ وزیراعظم نے آیت کریمہ کا حوالہ سیاق و سباق سے ہٹ کر دیا ہے' درست نہیں ہے۔ البتہ عزل کی بحث میں اگر ان آیات کریمہ کا حوالہ دیا جاتا تو یقیناً یہ حوالہ بے جا ہوتا۔ کیوں کہ جو بچہ ابھی تک وجود میں آیا ہی نہیں' اس پر ان آیات کا اطلاق کیسے آسکتا ہے؟ جو قتل کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں۔

جناب وزیراعظم نے اپنی تقریر میں پاکستان میں بڑھتی ہوئی آبادی اور اپنے تعلیمی منصوبوں کا بھی ذکر کیا' ۶ ستمبر کو کانفرنس ہال میں خاکسار سے ایران' فن لینڈ اور آسٹریلیا کے بعض ممبروں نے اس تقریر کی کاپیاں طلب کیں۔ بعد میں ۱۱ ستمبر کو خاکسار جامعہ ازہر گیا تو شیخ الجامعہ کے دفتر کے ڈائریکٹر شیخ محمد یوسف نے مجھ سے کہا کہ ہم اپنے ماہوار رسالہ "الازہر" میں کسی صدر ریاست یا صدر حکومت کی تقریر شائع نہیں کرتے' لیکن تمہارے وزیراعظم کی تقریر کو اس کی خوب صورتی کی وجہ سے ہم اس رسالہ میں شائع کر رہے ہیں۔ جب وزیراعظم تقریر کر رہی تھیں تو خاکسار کے ذہن میں امریکہ کے معروف مذہبی رہنما کنگ مارٹن لوتھر کی' جنہیں ۱۹۶۸ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ تقریر گونج رہی تھی' لوتھر نے اپنی اس تقریر میں کہا تھا۔ "میرا ایک خواب ہے I have a dream لوتھر نے جو امریکہ کے سیاہ فام باشندوں کے حقوق کے لیے بڑی سختی سے پرامن جدوجہد کا قائل تھا' پوری انسانیت کے لیے امن و آشتی اور بھائی چارے کا خواب دیکھا تھا۔ جناب وزیراعظم نے بھی اپنی تقریر میں بار بار کہا کہ پاکستان' ایشیا اور پوری دنیا کی انسانی برادری کے لیے میرا ایک خواب ہے' اور وہ ہے کہ دنیا کے ہر بچے کو غذا' صحت' تعلیم' اور امداد ملے۔

۶ ستمبر کے انگریزی اور عربی اخبارات نے وزیراعظم کی تقریر پر دل چسپ تبصرے کیے' ایک اخبار نے لکھا کہ مسز بے نظیر بھٹو کی آدھی تقریر کانفرنس کے لیے تھی اور باقی آدھی اہل پاکستان کے لیے' اقوام متحدہ کے ایک سینئر افسر نے کہا کہ وزیراعظم کی تقریر بڑی روانی سے جاری تھی کہ اچانک وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بدل گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری مسلم دنیا کے لیے تقریر کر رہی تھیں۔ بعض غیر سرکاری وفود اور ماہرین نے کہا، کہ وہ مجموعی طور پر اس تقریر سے خوش ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ اگر تم تقریر میں بین السطور کا مطالعہ کرو، تو اس میں دل چسپ بات یہ ملے گی کہ وزیر اعظم نے بعض باتوں کو کہے بغیر (اپنے انداز میں) کہہ دیا ہے۔

If you read letween the lines it was interesting how She was saying things without saying it.

یہ بات ایک بنیادی کمیٹی کے چیئرمین فرائد سائی (Fred Sai) نے کہی۔

الغرض ہماری رائے میں عالمی کانفرنس میں پاکستانی وفد نے شرکت کر کے ایک مثبت قدم اٹھایا ہے اور صحت مند نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ جس سے پاکستان کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سوڈان نے سرکاری طور پر تو اس کانفرنس کا بائیکاٹ کیا اور ایک سرکاری فتویٰ میں کانفرنس میں شریک ہونے والے سوڈانی باشندوں کے لیے سزا کا بھی اعلان کیا، لیکن غیر سرکاری طور پر سوڈان کا وفد شریک ہوا، وفد کے رہنما نے حکومت کے اس فیصلے کو "مستحسن" قرار دیا کیوں کہ اس طریق سے حکومت عالمی برادری سے کٹ کر رہ جائے گی۔ مصر میں سوڈانی خواتین کی انجمن کی صدر نے کہا کہ اگر سوڈانی حکومت کانفرنس میں شریک ہو جاتی، تو اسے سوڈان میں انسانی حقوق کی پامالی پر اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا۔ خاتون رہنما نے ان سینکڑوں دیہاتی خواتین کا ذکر کیا، جنہیں (سوڈانی رسم و رواج کے مطابق) ختنہ کرانا پڑتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ انہوں نے جنوبی سوڈان میں سوڈانی حکومت کی پالیسیوں پر بھی کڑی نکتہ چینی کی، اور تفصیل سے بتایا کہ عورتوں پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا مظالم ہو رہے ہیں۔ اگر کانفرنس میں سوڈان کا سرکاری وفد ہوتا' تو وہ ان الزامات کا بہتر طور پر جواب دے سکتا تھا۔

کانفرنس میں اسقاط حمل سے متعلق دستاویز کے بعض جملوں پر بحث ہوئی' جس کے نتیجہ میں ان جملوں میں ترمیم کی گئی' جس پر پاکستان' بنگلہ دیش' ایران اور بعض مغربی ملک مخالفت سے دست بردار ہوگئے' البتہ ویٹیکان (رومن کلیسا) نے اپنی مخالفت جاری رکھی' اس کا کہنا تھا کہ دستاویز کا یہ کہنا کہ حکومتیں اور غیر سرکاری ادارے کھل کر غیر محفوظ اسقاط حمل' کے مسئلے کو سلجھائیں' غلط ہے کیوں کہ اسقاط حمل میں "محفوظ یا غیر محفوظ" کی تمیز کیسی؟ اس لیے اس پورے جملے کو حذف کر دیا جائے۔ "غیر محفوظ اسقاط حمل" سے مراد یہ تھی کہ "نااہل اور عطائی ڈاکٹروں" سے اسقاط حمل نہ کرایا جائے' کیوں کہ اس صورت میں عورتیں عموماً" جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

کانفرنس میں ناروے کی وزیر اعظم برانٹ لینڈ (Brundtland) نے اپنی موثر تقریر میں کانفرنس کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ تہذیب کے گہوارے میں (مصر) یہ کانفرنس تہذیب کے مستقبل کے بارے میں بحث کر رہی ہے۔ ہم اہل مصر اور مصری صدر حسنی مبارک کے ممنون ہیں کہ انہوں نے دریائے نیل پر بلایا' جہاں پر لوگوں اور وسائل (معاش) کے باہمی تعلقات ایسے ہی دوام اور تغیر کے باہمی اختلاف کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

وزیر اعظم نے تفصیل سے منصوبے کے فوائد بیان کرتے ہوئے کہا کہ "یہ دیکھ کر جی خوش ہوا ہے کہ یہاں سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ہر آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات سے استفادہ کر سکے۔ بعض اوقات اس راہ میں ایک بڑی رکاوٹ مذہب ہے' یہ بات اس وقت پیش آتی ہے جب خاندانی منصوبہ بندی کو اخلاقی مسئلہ بنا دیا جاتا ہے' لیکن اخلاقیات صرف جنس کو کنٹرول کرنے اور ملک عدم میں بسنے والی زندگی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحفظ کا ہی نام نہیں ہے۔ بلکہ اخلاقیات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ افراد کو انتخاب کا حق دیا جائے۔ جبر و طاقت کی ہر قسم کو دبایا جائے' اور انفرادی المیے کو جرم قرار دینا ختم کیا جائے۔ بے شبہ اخلاقیات کا اگر یہ معنی ہے کہ ناپسندیدہ حمل اور غیر قانونی اسقاط حمل کے حوالہ سے مائیں دکھ اٹھاتی رہیں یا دم توڑتی رہیں' اور ناپسندیدہ بچے دکھ کی زندگی بسر کرتے رہیں' (اگر یہ معنی ہیں) تو پھر اخلاقیات' منافقت کا روپ دھار لیتی ہیں۔

وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں مزید کہا کہ: "مجھے یہ اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ جب سے اسقاط کو ناروے میں قانونی درجہ دیا گیا ہے' اسقاط کی شرح میں اضافہ نہیں ہوا' اور غیر قانونی اسقاط کی شرح گر کر صفر تک پہنچ گئی ہے..... ہمارے ہاں اسقاط کی شرح تمام دنیا کے ملکوں کی شرح سے کم ہے۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسقاط حمل کو قانونی قرار دینے کا یہ مطلب نہیں کہ بدکاری اخلاقی جرم یا گناہ نہیں ہے۔ ایسی جنسی آزادی کا کوئی معاشرہ بھی قائل نہیں ہے خواہ اس کے افراد عملی طور پر اس گناہ کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوں۔ امریکہ میں صدارت کے ایک مضبوط امیدوار کو صرف اس لیے میدان چھوڑنا پڑا کہ بعض اخبارات نے اس کی ایک ناشائستہ تصویر اس کی "ممتوعہ" لڑکی کے ساتھ چھاپ دی تھی۔

قاہرہ کے ٹیلیویژن پر ہر رات کانفرنس پر سیر حاصل تبصرہ ہوتا تھا۔ ۱۱۔ ستمبر کی رات کو ٹیلیویژن نے کانفرنس پر ایک علمی مذاکرے کو نشر کیا' جس میں جامعہ ازہر کے وائس چانسلر اور ایک ممتاز طبی ڈاکٹر مروان نے حصہ لیا۔ ڈاکٹر مروان نے کہا کہ کانفرنس میں زیر بحث دستاویز میں کوئی ایسی شق نہیں' جس میں صاف طور پر جنسی بے راہ روی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہو' البتہ بعض دوستوں کو اشتباہ (شبہ لھم) ضرور ہو گیا ہے۔ ایسے ہی دستاویز کی فصل ۷ میں اسقاط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حمل کے بارے میں کوئی کھل کر بات نہیں کی گئی ہے‘ کہ اسے ضبط ولادت میں ایک وسیلہ کی حیثیت سے اختیار کرنا چاہیے۔ اسی دن مصر کے حالیہ مفتی شعراوی کا بیان بھی نشر کیا گیا‘ مفتی صاحب نے کھل کر کہا کہ جنسی بے راہ روی یا جنسی آزادی اخلاقی انحطاط کی علامت ہے‘ جس کی کوئی بھی مذہب اجازت نہیں دیتا۔ لیکن خاندانی حقوق‘ بچوں اور میاں بیوی کی صحت‘ موجودہ امراض (مثلاً ایڈز) سے متعلق مسائل سے آگاہی حاصل کرنا دوسری بات ہے اور شادی سے قبل ان مسائل کے بارے میں تحقیق کرنا کہ کوئی فریق اس کا شکار تو نہیں۔ ثقافت کا حصہ ہے۔ اس پروگرام میں T.V نے سویڈن میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ایک وفد کے انٹرویو بھی نشر کیے۔ مشرقی ملکوں میں سے شاید ہی کوئی ملک ہو‘ جس کے طالب علموں نے اس کانفرنس میں ایک مبصر کی حیثیت سے شرکت کی ہو‘ اقبال نے مغرب کے جس ذوق تجسّس کی تعریف کی ہے‘ اس کا ایک نمونہ یہ طالب علم تھے۔ جو اپنے خرچ پر اس کانفرنس پر مقالہ لکھنے کے لیے یہاں پہنچے ہوئے تھے۔

۲ - ستمبر کو خاکسار جامعہ ازہر گیا‘ جہاں اپنے ایک پرانے ساتھی عبدالعزیز عزت سے ملاقات کی‘ ڈاکٹر صاحب آج کل جامعہ ازہر میں فتویٰ کمیٹی کے صدر ہیں‘ اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ازہر کی تاریخی مسجد میں بیٹھ کر معاشرتی مسائل پر لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ میری موجودگی میں کئی جوڑے آئے‘ جو اپنی باہمی معاشرتی اختلافات کو سلجھانے کے لیے ڈاکٹر صاحب کے پاس آئے تھے۔ ان مسائل میں غصہ میں دی گئی تین طلاق اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات بھی شامل تھیں۔

تقریباً ۱۲ بجے خاکسار‘ ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ جامعہ ازہر کے شیخ الازہر کے دفتر میں گیا۔ شیخ الازہر ڈاکٹر علی جاد الحق جا چکے تھے۔ البتہ ان کے دفتر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر عمر اور شیخ محمد یوسف عفیفی سے ملاقات رہی۔ ڈاکٹر عمر نے ڈاکٹر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی جاد الحق کی ایک تازہ کتاب جو ان کے فتاوی پر مشتمل تھی' دی۔ ایسے ہی دو ایک چھوٹے چھوٹے کتابچے بھی۔ ایک کتابچہ التطرف الدینی (مذہبی انتہا پسندی) کے نام سے تھا' دوسرا رسالہ الازہر کا ضمیمہ جس میں کانفرنس کی دستاویز پر علمائے ازہر کا تبصرہ تھا' جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ڈاکٹر عمر نے کہا کہ انہوں نے یہ کتابیں جناب شیخ الازہر کی ہدایت پر مجھے دی ہیں۔ اگر ان کا پورا یا جزوی اردو ترجمہ شائع ہو جائے' تو شیخ الازہر کو اس سے مسرت ہوگی۔ اگر ۱۲ ستمبر کو خاکسار کی پاکستان واپسی نہ ہوتی' تو پھر ۱۲ ستمبر کو ان سے ملاقات ہو جاتی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر علی جاد الحق نے ۱۹۸۰ء میں ایک فتوی میں کہا تھا: "قرآن مجید کے گہرے مطالعہ سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی نص (Text) ایسی نہیں ہے۔ جو منع حمل کے ذریعہ بچوں کی تعداد کو کم کرنے سے روکتی ہو۔"

واقعہ یہ ہے کہ کانفرنس کی گہما گہمی سے جب کبھی بھاگتا' تو نئی کتابوں کی تلاش میں شہر نکل جاتا' اس تلاش میں شیخ عبدالکریم الجیلی کی نئی کتاب شرح مشکلات الفتوحات المکیہ ملی' شیخ ابن عربی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "الفتوحات" کا خلاصہ کتاب کی آخری جلد کے ۵۵۹ باب میں دیا ہے۔ یہ باب پوری فتوحات کا نچوڑ ہے۔ حضرت شیخ نے اس باب میں حقائق و اسرار کو بیان کرنے کے لیے جن استعارات' کنایات اور علامتوں کا سہارا لیا ہے اس سے پڑھنے والوں کو سمجھنے میں اکثر دشواریاں پیش آتی ہیں عبدالکریم جیلی نے فتوحات کے اس مہم اور مشکل ترین باب کی تشریح کی ہے' ظاہر ہے کہ اس کتاب کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کا مولف حضرت شیخ عبدالکریم جیلی ہے' اور اس نے ابن عربی جیسے عارف باللہ کی کتاب "فتوحات" کی شرح کی ہے۔ ڈاکٹر یوسف زیدان نے اس قلمی نسخے کا سراغ لگایا اور اسے قاہرہ سے شائع کرایا۔ اس کتاب کے علاوہ ابوالعلاء معری اور دوسرے کلاسیکی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسائل بھی مل گئے جو معتزلہ، شیعہ کے قلم سے تھے اور یوں قاہرہ یاترا کا ایک مقصد پورا ہو گیا، قیام قاہرہ میں جہاں ڈاکٹر عبدالعزیز عبرت سے ملنا ہوا وہاں ایک پرانے رفیق عبدالرائف کا بھی پتہ چل گیا، وہ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں اخوان کے متحرک نوجوانوں میں سے تھے، اور ان نوجوانوں میں حسن الھضیبی کے بھتیجے سمرالھضیبی بھی تھے۔ یہ نوجوان اخلاقی طور پر بلند تھے۔ ان سے مل کر دلی مسرت ہوئی، ان کے اخلاص ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ بالاخر اخوان کی سیاسی بصیرت سے آزردہ خاطر ہوئے اور جمال عبدالناصر اور اخوان کے باہمی تصادم سے افسردہ، اب ان سے ملنا تو نہ ہو سکا البتہ ان کے پتے وغیرہ مل گئے، جن پر پرانے دوستوں سے اب رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل پر قاہرہ کانفرنس نے کھل کر بات کی اور بحث و مذاکرہ ہوا۔ اسی موضوع پر دس (۱۰) سال قبل ۱۹۸۴ء میں بخارسٹ کانفرنس میں بھی ایک پالیسی وضع کی گئی تھی لیکن وہ کہاں تک کامیاب رہی؟ اس پر کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ اس لیے دل و دماغ میں اکثر یہ احساس ابھرتا ہے کہ یہ کانفرنس کہیں ایک روایتی میلہ تو نہیں ہے، جس میں مختلف مذاہب، قوموں اور ملکوں کے نمائندے شامل ہیں اور افلاطونی مثالیت پر فلسفیانہ باتیں کرتے ہوئے رخصت ہو جائیں گے۔

بے شبہ کانفرنس میں بعض مثبت اور عمدہ بحثیں ہوئیں۔ تیسری دنیا میں عورت کے سماجی مقام کو بلند اور باوقار بنانے کے لیے بجا طور پر اچھی تجویزیں سامنے آئیں اور تعلیم کو عام کرنے اور غریب بچوں کو زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لیے سوچ بچار کیا گیا۔ مزید یہ کہ اس کانفرنس میں دنیا کی وہ تمام قومیں شامل ہوئیں جو کل تک میدان جنگ میں ایک دوسرے کی حریف تھیں اور بعض مقامات پر اب بھی ہیں اور ایسے مذہب بھی شامل ہوئے، جن کے پیرو صدیوں تک دلیل و منطق اور پر امن باہمی بقا کی بجائے تیغ و سنان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبان میں باتیں کرتے رہے۔ لیکن ان ساری تاریخی رنجشوں' تلخیوں اور المیوں کے باوجود یہ نیا شہر جو قاہرہ کانفرنس کی شکل میں وجود میں آیا تھا' فارابی کا "مدینہ فاضلہ" (مثالی شہر) کی تصویر پیش کر رہا تھا' جس پر اختلاف رائے کا اظہار بڑی سنجیدگی اور آزادی کے ساتھ کیا جا رہا تھا اور ہزارہا مرد اور عورتیں۔ جن کا تعلق پوری عالمی برادری سے تھا۔ شعوری یا لاشعوری پر اس بات سے متفق تھے کہ انسان کے حصے میں اب تک جو دکھ' آنسو' غم' حسرتیں' یا خوشیاں' اور قہقہے آئے ہیں' وہ پوری بنی نوع انسان کا مشترکہ سرمایہ ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اس دھرتی میں انسان صحیح معنی میں انسان بن کر رہے۔ یہ احساس یقیناً ایک پاکیزہ احساس تھا' لیکن کانفرنس کے صحت مند احساسات کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ بات زیر بحث نہیں آئی کہ موجودہ وقت میں صنعتی دنیا میں بسنے والی آبادی پوری دنیا کی آبادی کا چوتھا حصہ ہے' لیکن وہ پوری دنیا کے مادی وسائل کے ۸۰ فیصد حصے پر قبضہ جمائے بیٹھی ہے' اور صنعتی فضلہ اس قدر پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے فطرت کے حسن و جمال کو جسے اب تک لازوال حسن کہا جاتا تھا۔ تباہ کرنا شروع کر دیا ہے اور فطرت کے سینہ میں لاکھوں سال سے محفوظ بے پناہ دولت کے خزانوں کو بڑی بے رحمی سے استعمال کیا ہے' جس کا خمیازہ آئندہ چل کر پوری انسانی برادری کو بھگتنا پڑے گا۔ چنانچہ مغرب کی اپنی اس ظالمانہ روش پر جو اس نے فطرت اور انسان کے خلاف اپنا رکھی ہے۔ قاہرہ قانفرنس نے کھل کر بحث نہیں کی۔ البتہ اس بات کا اظہار کیا گیا کہ ہمارے اجتماعی اور اقتصادی مسائل کا حل صرف ضبط ولادت ہی میں مضمر نہیں ہے' اس کے لیے تعلیم' صحت' انسانی حقوق (خاص طور پر خواتین) پر ہر سوسائٹی کو توجہ کرنی چاہیے' چنانچہ اب خاندانی منصوبہ بندی کی ترکیب ایک وسیع معنی میں بولی جاتی ہے' اب اس "لفظ" کا تعلق ہماری معاشرتی' سماجی' اقتصادی اور تعلیمی زندگی سے ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر آبادی کی شرح پر کنٹرول نہ کیا گیا تو تیسری دنیا' خاص طور پر برصغیر ہند و پاک کو ایک خوف ناک سیلاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس میں ڈوبنے والوں اور آدم کی ارزانی پر کوئی آنکھ آنسو تک نہیں بہائے گی۔ چنانچہ وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے مسائل کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھیں اور اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا میاں بیوی کو اپنے کنبے کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر وہ بڑا کنبہ نہیں چاہتے' تو کیا انہیں یہ آزادی حاصل ہے؟ علامہ اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہر نسل کو اپنے مسائل خود ہی سلجھانے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابوالکلام آزاد نے کہا تھا کہ: "بہ ظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ برتھ کنٹرول کے سلسلے میں شرع مداخلت کرے۔ یہ ایک خالص طبی اور اجتماعی مسئلہ ہے' اگر اصحاب علم محسوس کریں کہ سوسائٹی کے مصالح (مفاد) کے لیے اس کی ضرورت ہے تو ضرور اس کے حق میں رائے دے سکتے ہیں' اس طرح کی عام باتوں کو مصالح مرسلہ (پبلک مفاد) میں سمجھنا چاہیے اور اس کا دروازہ پوری طرح باز ہے" (فکر و نظر' اسلام آباد' اگست ۱۹۶۵ء) تقریباً یہی بات علمائے ازہر نے کہی ہے۔

چنانچہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ قاہرہ کانفرنس اپنے مقصد کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب رہی' مسلم دنیا نے اپنی اخلاقی اور روحانی روایات پر قائم رہنے کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی تہیہ کیا کہ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ ایک سنگین مسئلہ ہے' اس سے تغافل برتنا یا اس سے آنکھیں بند کرنا ممکن نہیں' کانفرنس میں یہ خبر گرم تھی کہ بعض مذہبی انتہا پسندوں کے ہاتھوں "غالب کے پرزے" اڑیں گے' لیکن ارباب کانفرنس کے نظم و ضبط کی وجہ سے یہ "تماشا" نہ ہوسکا۔ اسی بات میں کانفرنس کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زباں زنطق فروماند و راز من باقیست
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری

۱۔ قاہرہ کے ہفت روزہ رسالے "روز الیوسف" نے ۱۲ ستمبر ۱۹۹۴ء کی اشاعت میں "آبادی کانفرنس میں جنس اور سیاست' کانفرنس میں انتہا پسند جماعتوں کی شرکت" کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون لکھا' جس میں لندن کی بعض اسلامی تنظیموں' رومن کلیسا کے باہمی اتحاد پر لکھا کہ وہ کس طرح اس کانفرنس کو ناکام بنانے پر تلی ہوئی تھیں' اور اس سلسلے میں انہوں نے قاہرہ میں چند تنظیموں سے بھی رابطے قائم کیے تھے' اور ہزاروں پاؤنڈ خرچ کیے گئے۔ لیکن ناکام رہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ کانفرنس کے انتظامات میں مصری حکومت اور پولیس نے بڑے نظم و ضبط کا عمدہ مظاہرہ کیا' پولیس اور دوسرے بڑے سرکاری افسر بات چیت اور مسائل کو سلجھانے میں انتہائی مہذب اور چاق و چوبند تھے۔ اسی شمارے میں مرحوم صدر جمال عبدالناصر پر ایک مفصل مضمون ہے کہ وہ اپنی انفرادی زندگی میں کس قدر سادگی سے رہتے تھے اور اپنے بچوں کے لیے اس نے کس آہنی ارادے سے مروجہ قانون کی پابندی کی اور ہر ناجائز رعایت کو بڑی سختی سے ٹھکرا دیا یہ مضمون تیسری دنیا کے حکمرانوں کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com